ریاست مدینہ کے بین الاقوامی تعلقات ومعاہدات کا تجزیاتی مطالعہ

منتخب کتب سیرت کی روشنی میں

An Research study of Madina State,s International Relations and Treaties in the Light of Selected Books

Noman Ahmad
PhD Scholar, Mohi ud Din Islamic University, Nerian Sharif, AJK
Email: noman.ahmad.hitec@gmail.com
Muhammad Baqir Khan Khakwani
Formar Dean, Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: qasimsajid@yahoo.com

ABSTRACT
This study examines the international relations and agreements of the State of Madinah during the prophetic era, with a focus on the biographical accounts of Prophet Muhammad (peace be upon him). Through a critical analysis of selected books on Seerat and international relations, this research explores the diplomatic efforts, treaties, and alliances formed by the State of Madinah with neighboring tribes and nations.The study investigates the principles and practices of international relations in the early Islamic period, including the concepts of peace, war, and coexistence. It also evaluates the impact of Prophet Muhammad's (peace be upon him) leadership and diplomatic strategies on the development of international relations in the region.By analyzing the selected books in the light of biography, this research aims to provide a comprehensive understanding of the State of Madinah's international relations and agreements, shedding light on the historical context and accuracy of the accounts. The study contributes to the field of international relations and Islamic studies, offering insights into the diplomatic legacy of Prophet Muhammad (peace be upon him) and its relevance to contemporary international relations.

Keywords: International, relations, Agreements, Diplomatic strategy, comprehensive, historical context

تمہید

اس مطالعہ میں پیغمبرانہ دور میں ریاست مدینہ کے بین الاقوامی تعلقات اور معاہدوں کا جائزہ لیا گیا ہے، جس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر توجہ دی گئی ہے۔ سیرت اور بین الاقوامی تعلقات پر منتخب کتابوں کے تنقیدی تجزیے کے ذریعے، یہ تحقیق ریاست مدینہ کی طرف سے پڑوسی قبائل اور اقوام کے ساتھ قائم کردہ سفارتی کوششوں، معاہدوں اور اتحادوں کو تلاش کرتی ہے۔ یہ مطالعہ ابتدائی اسلامی دور میں بین

الاقوامی تعلقات کے اصولوں اور طریقوں کی چھان بین کرتا ہے، بشمول امن، جنگ اور بقائے باہمی کے تصورات۔ یہ خطہ میں بین الاقوامی تعلقات کی ترقی پر پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی قیادت اور سفارتی حکمت عملی کے اثرات کا بھی جائزہ لیتا ہے۔ سوانح حیات کی روشنی میں منتخب کتابوں کا تجزیہ کرتے ہوئے، اس تحقیق کا مقصد ریاست مدینہ کے بین الاقوامی تعلقات اور معاہدوں کی جامع تفہیم فراہم کرنا، تاریخی تناظر اور حسابات کی درستگی پر روشنی ڈالنا ہے۔ یہ مطالعہ بین الاقوامی تعلقات اور اسلامی علوم کے میدان میں حصہ ڈالتا ہے، جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارتی میراث اور عصری بین الاقوامی تعلقات سے اس کی مطابقت کے بارے میں بصیرت ملتی ہے۔

ریاست مدینہ کے بین الاقوامی تعلقات و معاہدات

(سیرت انسائیکلوپیڈیا اللؤلؤ المکنون کی روشنی میں)

کسی ریاست یا مملکت کے بین الاقوامی تعلقات بالعموم ریاستی آئین، داخلی احوال، معاشرتی رویوں، رسوم ورواج کی عکاسی کرتی ہے۔ مملکت کی معاشی پالیسیاں، دوطرفہ قوانین اور فروغ امن کے معاہدے، ثقافتی اور سماجی تعلقات، سیاسی روابط، علوم وفنون کی منتقلی، افرادی قوت ہنر مندوں اور اہل علم کے تبادلے، اقلیتی حقوق، دفاعی وحربی مفادات یہ سب کچھ بین الاقوامی تعلقات یعنی خارجہ پالیسی کے دائرہ کار میں ہوتا ہے گویا خارجہ پالیسی ریاست اور اس کی شہریوں کے مفادات کا تحفظ کرتی ہے اور اس کی سالمیت اور دفاع کو مستحکم بناتی ہے معیشت اور معاشرت تہذیب و تمدن اور باہمی لین دین کے امکانات کو فروغ دیتی ہے اور ضرورت پڑنے پر جنگ کرنے کے لیے تیار رہنے کی راہ بھی دکھاتی ہے۔[1]

ریاست مدینہ کے اردگرد کی ریاستیں

دور نبوی میں جزیرہ نما عرب کے مشرق و مغرب میں روم وفارس کی دو بڑی سلطنتیں آپس میں برسر بیکار تھیں جنوب مغرب میں سلطنت حبشہ موجود تھی۔ عمان، بحرین اور حیرہ سلطنت فارس کے باجگزار تھے غسان سلطنت روم کی باجگزار ریاست تھی جو موجودہ اردن اور جنوبی شام پر محیط تھی۔ یمن پر براہ راست ایرانی گورنر حکمران تھا جبکہ شہر مصر مقوقس قیصر روم کا نامزد کرتا تھا۔ جزیرہ نما عرب میں جنگجو قبائل کے معاشرے نے بے شمار مذہبی اور معاشرتی امراض پیدا کر دیے معاشرتی برائیوں میں زنا، شراب نوشی، قمار بازی عام تھی۔ ظلم و ستم کے قصے، غرور وفخر سے بیان کیے جاتے تھے اسی وجہ سے بازنطینی اور ایرانیوں کی نظر میں عرب ایک وحشی قوم تھی[2]

رومی سلطنت نبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے دور میں عروج سے زوال کی طرف لڑھک رہی تھی۔ کسری کی حکومت ایشیاء کے کم و بیش نصف علاقوں پر قائم تھی اور فخر اور تکبر کا لبادہ اوڑھے بازنطینی ریاست سے بر سر پیکار تھی دنیا میں اسلام سے قبل جو مذاہب آئے ان میں یہودیت، عیسائیت اور مجوسیت بہت نمایاں تھی لیکن یہ تینوں مذہب جزیرہ نمائے عرب میں اپنی جڑیں نہ پکڑ سکے۔۔

کفر و شرک کی ان ظلمتوں اور سلطنتوں کے احوال سے رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء باتمام و کمال آگاہ تھے اس سلسلے میں رسول اللہ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جو حکمت عملی اختیار فرمائی وہ حسن تبلیغ ہی نہیں بلکہ اعلی درجے کی سفارت کاری کی بھی درخشاں مثال ہے۔ آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے دین حنیف کی دعوت دینے کے لیے مختلف سلطنتوں کی فرمانرواؤں سے رابطہ کرنا شروع کیا اور انہیں اسلام کی صداقت و حقانیت سے روشناس کرانے کے لیے خطوط ارسال فرمائے۔ اس ضمن میں آپ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے تعارفی خط شاہ حبشہ نجاشی اصحمہ کو بھیجا اور مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو ہجرت حبشہ کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ وہ ایک بھلامانس بادشاہ ہے اس کے ملک میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔

رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے اسی طرح کا ایک خط سیدنا دحیہ کلبی کے ذریعے ایک بازنطینی سلطنت کے فرمانروا ہرقل کو بھی روانہ فرمایا۔ ہرقل کا دل آپ کے خط کی تاثیر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا لیکن وہ بودا آدمی تھا علی الاعلان قبول اسلام کی ہمت نہ کر سکا بحالت جہالت ہی مر گیا آپ نے بازنطینی سلطنت کی باجگزار ریاستوں کے سربراہوں کو بھی مکاتیب لکھے ایک مکتوب گرامی فرمانروائے مصر مقوقس کو بھی ارسال فرمایا۔ یہ مکتوب گرامی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے۔

رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے والئی دمشق حارث بن ابی شمر غسانی اور حضرت شجاع بن وہب الاسدی کے ذریعے والئی یمامہ ہوذہ بن علی کو بھی ایک خط سلیط بن عمرو بن عبد شمس عامری کے ہاتھ روانہ فرمایا اور ان امرائے کبار کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ ایک نامہ مبارک سیدنا عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ذریعے سے ساسانی حاکم کے نام بھیجا۔ سلطنت فارس کے فرمانروا خسرو پرویز کو بھی آپ نے ایک مکتوب ارسال فرمایا اس سے اسلام لانے کی دعوت دی اس بدبخت نے رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء کا نامہ گرامی پھاڑ دیا اس گستاخی کی سزا اسے یہ ملی کہ اس کے بیٹے شیرویہ نے اسے قتل کر ڈالا۔[3]

نبی اکرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے والی بحرین منذر بن ساوی کو بھی سیدنا علاء بن حضرمی کے ذریعے اور والیان عمان ابنائے جلندی، جیفر اور عبد کی طرف سیدنا عمرو بن العاص کی معرفت مکاتیب ارسال فرمائے جیفر اور عبد نے سیدنا عمرو بن العاص کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ رسالت مآب صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے دین اسلام کے فروغ کے لیے مکاتیب کے

ساتھ ساتھ متعدد بادشاہوں کو گراں قدر تحائف بھی مرحمت فرمائے۔۔ جواباً ان کی طرف سے بھی اپ کی خدمت میں دعوت بھیجے گئے آپ ﷺ کی بالغ نظری اور اسلام کے ابلاغ و نفاذ کے لیے آپ کی تڑپ اور طلب کو اللہ تعالی نے قبولیت سے نوازا۔ یوں نہ صرف پورے جزیرہ عرب میں اسلام کا اجالا پھیلا بلکہ آفتاب اسلام کی شعائیں عرب کے باہر دور دراز کی خطوں پر بھی پڑنے لگیں۔ رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء مدینہ پہنچے تو سب سے پہلے امور داخلہ پر توجہ دی انصار و مہاجرین میں مواخات قائم کی پھر مدینہ کے باشندوں سے جن میں انصار مہاجرین کے علاوہ مشرکین عرب اور یہود و نصاری بھی شامل تھے میثاق مدینہ طے پایا۔[4]

امن وامان اور ایفائے عہد

اسلامی ریاست جس نازک اور مشکل دور سے گزر رہی تھی اس کے لیے ضروری تھا کہ سب سے پہلے عدل و انصاف کے قیام اور امن و امان کے لیے استحکام کا اہتمام کیا جائے۔ امن و امان کی پہلی شرط ہی صلح اور دوستی ہے چنانچہ رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے سب سے پہلا معاہدہ اہل مدینہ سے کیا اس کے بعد قریبی قبائل سے معاہدے کیے۔ رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء جب کسی سے معاہدہ کرتے تو اس کی پوری پابندی فرماتے اپ کے بدترین دشمنوں کو بھی اپ سے کبھی بدعہدی اور بے وفائی کی شکایت نہیں ہوئی دور نبوی میں معاہدوں کی مختلف نوعیتیں تھیں جن کی شواہد و شرائط مختلف ادوار میں طے پائے جانے والے معاہدوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

مدینہ کے داخلی استحکام کا بندوبست کر کے رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے اردگرد کے قبائل کی سازشوں اور شرارتوں کا سدباب کیا اور ان کی عصبیتوں کو نہایت حکیمانہ سیاسی تدبر سے رفع کیا۔ امن واستحکام کی خاطر ودان تک کا سفر کیا رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے اس سفر میں قبیلہ بنو ضمرہ بن بکر بن عبد مناف سے معاہدہ کیا اس معاہدے پر مخشی بن عمر الضمری نے دستخط کیے۔

یہ قبیلہ بنو ضمرہ کے سردار تھے۔ سقبیلہ بنو ضمرہ سے معاہدہ کرنے کے بعد رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے ربیع الاول 2ھ میں رضوی (نواح ینبع) کی جانب سفر کیا اور کوہ بواط کے لوگوں سے معاہدہ کیا اسی سال جمادی الآخرہ میں ذی العشیرہ گئے اور بنو مدلج سے معاہدہ فرمایا۔

معاہدوں کا اسلوب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امن وآشتی کے پیغامبر تھے۔۔ آپ ﷺ تلوار چلانے نہیں آئے تھے دنیا میں حق و صداقت کا نور پھیلانے اور صلح امن قائم کرنے کے لیے تشریف لائے تھے اس ضمن میں جو

معاہدات ہوئے ان میں معاہدہ جہینہ، معاہدہ حدیبیہ، معاہدہ ثقیف، معاہدہ دومتہ الجندل، معاہدہ مقنا اور معاہدہ نجران کی مثالیں ملتی ہیں۔

دور نبوت میں رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے جو معاہدے فرمائے ان کا اسلوب یہ تھا کہ ہر معاہدے کا آغاز بسم اللہ سے ہوتا تھا پھر سب سے پہلے فریقین کے نمائندوں کے نام مع خطابات درج ہوتے تھے۔۔ معاہدہ حدیبیہ کے سوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے معاہدے کیے ان سب کے متن میں آپ کے اسم گرامی محمد کے معابعد رسول اللہ ﷺ بھی درج ہوتا تھا معاہدے کے آخر میں دعاؤں کا اندراج کیا جاتا تھا معاہدے کے مدرجات مقاصد کی بنا پر ہوتے تھے مثلاً مذہبی، سیاسی یا اقتصادی اغراض کا تذکرہ کیا جاتا تھا معاہدے کی شقیں سادہ اور متوازن ہوتی تھی تفصیلات لکھنے پر زیادہ توجہ دی جاتی اور طے شدہ شرائط کی پابندی کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا رسولِ اکرم ﷺ نے جتنے بھی بیرونی ملکوں کے فرمانرواؤں سے خط و کتابت کی، سفارتی تبادلوں کا اہتمام کیا اور مختلف نوعیت کے جو معاہدے کیے وہ سب امور خارجہ کے زمرے میں آتے ہیں امور خارجہ کے لیے آپ ﷺ نے خاص لیاقت و قابلیت کے ان افراد کا تقرر فرمایا جو غیر ملکی زبانوں کے ماہر اور بہترین ترجمان تھے ان کا کام غیر ملکی دستاویزات وخطوط کا مطالعہ ترجمہ، گفتگو کی صورت میں ترجمانی اور امراءاور روساء کے نام پیام کا جواب دینا تھا۔[5]

معاہدوں کے تین ادوار

معاہدات کا پہلا دور غزوہ بدر سے پہلے کا ہے۔ اس دور کے معاہدات کے پس منظر میں قریش مکہ کا اعلان جنگ کار فرما تھا اس لیے جن قبائل کے ساتھ دوستی حلف یا ان کے غیر جانبداری سے مدینہ کی نوزائیدہ مملکت کو فائدہ پہنچ چکا تھا ان کے ساتھ معاہدہ طے پائے قریش مکہ کی سیاسی، اقتصادی برتری کی وجہ سے اس طرح کے معاہدے زیادہ تعداد میں نہ ہوسکے البتہ جو تین معاہدے اس دور میں طے پائے وہ اس عہد میں مملکت مدینہ کی کمزور عسکری حالت کے پیش نظر بہت سود مند ثابت ہوئے۔

دوسرے دور کا واحد مگر اہم معاہدہ صلح حدیبیہ ہے ،اس معاہدے کے اثرات بڑے دور رس تھے۔ سیرت نبوی ﷺ کا یہ واقعہ زبردست اہمیت کا حامل ہے فقہاء نے اس معاہدے کی شقوں سے امور خارجہ سے متعلقہ نہایت اہم اصول بھی وضع کیے۔

معاہدات عہد نبوی کا تیسرا دور صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک ہے اب وہ زمانہ شروع ہوتا ہے جب یہ معاہدے، معاہدوں سے کہیں زیادہ امن ناموں کا درجہ اختیار کر گئے۔ یہ معاہدے ان مختلف مراعات پر مبنی تھی جو رسول اللہ ﷺ مفتوح قبائل کو ازخود عطا فرماتے تھے جیسا کہ وادی خیبر کی شکست خوردہ یہودی آبادی کے

معاہدے سے عیاں ہے۔ اگر اپ ان مفتوح یہودیوں کو غلام بنالیتے یا قتل کر دیتے یا ملک بدر کر دیتے تو آپ کا یہ عمل مبنی بر انصاف اس دور کے رواج اور خود شریعت موسوی کے عین مطابق ہو تا لیکن رحمت عالم ﷺ نے ایسا نہیں کیا معاہدہ کرنے ہی کو ترجیح دی۔

فتح مکہ کے بعد تقریباً پورا عرب اسلامی مملکت میں شامل ہو چکا تھا جو قبائل اسلام قبول کرتے تھے ان کے ساتھ کسی کے معاہدے کا سوال ہی پیدا نہیں ہو تا تھا البتہ وہ افراد جو اپنے مذہب پر قائم اور خارج از اسلام رہنا چاہتے تھے انہیں جزیہ کی عوض امان عطا کی جاتی تھی اس دور کے عہد ناموں کو معاہدات کی فہرست میں اس لیے شامل کیا جاتا ہے کہ ان امان ناموں میں ان مراعات کا ذکر جو حضور ﷺ ذمیوں کو عطا فرمائی تھیں۔

میثاق مدینہ

میثاق مدینہ کی شکل میں یہ دنیا کا پہلا تحریری ریاستی آئین تھا جو رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء کی رہنمائی میں مرتب ہوا۔ اس طرح امام الانبیاء محمد ﷺ نے پہلی مرتبہ پوری انسانیت کو ایک مہذب ریاست کی تشکیل اور آئین و قانون کے مطابق حکمرانی کا سبق دیا۔ ریاست مدینہ کے لیے آپ کا دیا ہوا آئین ہر لحاظ سے جامع و مانع تھا اس میں ریاست کے تمام شہریوں کے لیے سیاسی و سماجی حقوق کی ضمانت دی گئی۔ خاص طور پہ باشندگان ریاست کے تحفظ و دفاع کے لیے نہایت اہم اور موثر اقدامات کیے گئے۔۔ اس میں خود مختاری اور سماجی آزادی، غیر مسلم طبقات کے لیے مذہبی آزادی، نظام انصاف، سفارت کاری اور قانون سازی کی تمام اہم مبادیات شامل تھیں۔

یہ اس لحاظ سے بھی ایک عظیم الشان دستاویز تھی کہ رسالت مآب ﷺ نے نہایت نازک اور صبر آزما حالات میں مدینہ کے تمام باشندوں کا تعاون حاصل کرنے کے لیے بہترین شرائط پر معاہدہ طے کیا۔

میثاق مدینہ، دو معاہدے؟؟؟

میثاق مدینہ دراصل دو معاہدوں پر مشتمل ہے جنھیں مورخین نے یکجا کر کے ایک معاہدے کی شکل دی۔

ایک معاہدہ وہ تھا جو مسلمان اور یہودیوں کے درمیان ہوا جبکہ دوسرا معاہدہ مہاجرین اور انصار کے حقوق و فرائض کی وضاحت کرتا ہے۔ سیرت نگاروں کے مطابق مسلمان اور یہود کے مابین معاہدے یا اس کی شقوں کا رسول ﷺ کی ہجرت مدینہ کے متصل مدینہ کے فورا بعد عمل میں آیا۔

معروف سیرت نگار بلاذری لکھتے ہیں جب رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء مدینہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا اس کی دستاویز بھی لکھوائی جس میں شرط یہ ہے کہ یہود آپ کے دشمنوں کے ساتھ تعلقات استوار نہیں رکھیں گے آپ پر حملہ کرنے والوں کے خلاف آپ کی مدد کریں گے اور اہل ذمہ سے

لڑائی نہیں کی جائے گی یوں اس معاہدے کے بروئے کار آنے کے بعد کسی نے آپ سے لڑائی جھگڑا نہیں کیا نہ آپ نے کوئی سریا ارسال فرمایا۔

مختلف قسم کی روایات ہیں لیکن بخوبی معلوم یہ ہوتا ہے کہ دو مختلف قسم کے معاہدے عمل میں آئے تھے پہلا معاہدہ یہودیوں کے ساتھ تعلقات پر مبنی تھا جو غزوہ بدر سے پہلے ہی تحریر میں آچکا تھا یعنی رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء کی مدینہ تشریف آوری کے فوراً بعد یہ معاہدہ عمل میں آیا اور دوسرا معاہدہ انصار و مہاجرین کے مابین اتحاد کے سلسلے میں تھا اسی بات کو محقق اکرم ضیا العمری نے ترجیح دی ہے۔

وثائق سیاسیہ کا مجموعہ

مورخین نے میثاق مدینہ کا مضمون مختلف طریقوں سے بیان کیا ہے بعض نے اختصار کا طریقہ اختیار کیا ہے جبکہ بعض بکھری ہوئی شقوں کو جمع کرکے انہیں مرتب انداز میں پیش کیا ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ نے "مجموعہ الوثائق السیاسیۃ" میں یہی اسلوب اختیار کیا۔

جس میں معاہدے کی 52 شقیں ہیں۔ ویٹسنک جو مشہور ڈچ مستشرق تھے انہوں نے 47 دفعات قرار دی ہیں۔ بعض سیرت نگاروں نے 56 دفعات قرار دی ہیں۔

یہ تحریر یا دستاویز ایک آئینی دستاویز ہے اور ڈاکٹر حمید اللہ اور ول ہاوزن سمیت کئی دوسرے جدید مصنفین نے بجا طور پر اس کو انسانی تاریخ کا پہلا تحریری اور مدون دستور کہا ہے۔ اس سے پہلے کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ کسی ریاست کے نظام کو چلانے کے لئے تحریری دستور مرتب کرکے نافذ کیا گیا ہو۔[6]

میثاق مدینہ کے فائدے اور حکمتیں

اس معاہدے کی دفعات کی رو سے درج ذیل مقاصد سامنے آتے ہیں:

مسلمانوں کے لیے ایک مضبوط ریاست وجود میں آئے ،جس کی اساس کلمہ توحید و رسالت ہو اور جو ہر قسم کی قومی اور علاقائی تعصب سے پاک ہو۔

ریاست میں عدل انصاف کا بول بالا ہو، مظلوموں کی دادرسی اور اس کے باشندوں میں مساوات قائم ہو

مشترکہ دفاعی نظام قائم ہو، تاکہ اندرونی اور بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کیا جاسکے۔

ریاست کے ہر باشندے کو آزادی حاصل ہو، کوئی دشمن کی قید میں مبتلا نہ رہے۔

احکام الٰہی کا نفاذ اور اسلام کی بالادستی قائم ہو، خطے میں مسلمانوں کی شان وشوکت کا ظہور ہو اغیار کو دعوت دینے کے لیے مناسب خطہ اور ماحول میسر ہو۔

مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مناسب وقت اور مواقع فراہم ہوں۔

مسلمانوں کے باہمی تعلقات مضبوط اور استوار ہوں۔

میثاق مدینہ کا عہد حاضر سے تقابل

میثاق مدینہ جن اعلیٰ انسانی اور سیاسی اقدار کی دستاویز ہے وہ صرف رہبر قافلہ انسانیت حضرت محمد ﷺ ہی کا کارنامہ اور رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء کی بے مثل حکمت و بصیرت کا آئینہ دار ہے۔ رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء کی بعثت مبارک سے پہلے یہ دنیا ایک ایسا ظلمت زار تھی جس میں انسان، انسان کا غلام اور جس کی لاٹھی اور اس کی بھینس تھا۔

میثاق مدینہ نے سیاست و مذہب کے اصول وآداب اجاگر کر کے عالم انسانیت کو اس نظام حکومت سے روشناس کرایا جس کی اساس عظمت آدم کے احترام پہ ہے۔ زمان ومکان کے تناظر میں دیکھا جائے تو میثاق مدینہ ابتدائے اسلام میں لکھی گئی وہ اولین نہایت اہم اور گراں قدر دستاویز ہے جس سے اس وقت کے مسلمانوں کی معاشرتی اور سیاسی اہمیت وحیثیت اور وقار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔۔

اس تحریر کا مطالعہ کر کے موجودہ دور کا مسلمان اپنی حیثیت اور مرتبے کا خوب اندازہ کر سکتا ہے آج مسلمانوں کی تعداد اور طاقت کے موازنہ اس وقت کے مسلمانوں سے کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ تعداد میں کم ہونے کے باوجود بااثر، عزت اور وقار والے تھے ہم تعداد میں زیادہ ہو کر بھی غیر موثر ذلت رسائی کا شکار ہیں مسلمانوں کے عام فرد کو وہ حقوق حاصل تھے جن کا تصور بھی ہمارے حکمرانوں کے لیے محال ہے۔[7]

مساوات اور عدل و انصاف جو کسی بھی معاشرے کی بنیاد ہوتے ہیں ہمارے معاشرے میں ناپید ہے۔ احکام شریعت کی بجائے ہم نے انہی فرسودہ احکام کو واجب عطا سمجھ لیا جو طاغوتی حکمرانوں کی طرف سے صادر ہوں مسلمان قیدیوں کو چھڑانے کی بجائے خود انہیں کافروں کے ہاتھوں میں دیا جارہا ہے۔

آپس کے جھگڑے قرآن و سنت کی روشنی میں چکانے کی بجائے خود ساختہ نظریات کے پرچار اور طاغوتی قوتوں کی طرف سے لے لیے جاتے ہیں۔

اب حکمرانوں کا چلن یہ ہے کہ کافر کے بدلے میں بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا جاتا ہے اور اگر کافر بے شمار مسلمانوں کو قتل کر دیں تو انتہائی بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کسی قسم کا کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا جاتا۔

یہ عمل کسی سیاسی دستور تو کجا عام انسانی ادب کی بھی آخری توہین ہے۔

حقیقت میں اگر عصر حاضر سے میثاق مدینہ کا تقابل کیا جائے تو یہ خوب اہمیت اجاگر ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی عزت و وقار اور غلبہ جو آج سے 1400 سال پہلے نبی ﷺ نے مسلمانوں کو دلایا وہ آج کہیں بھی نظر نہیں آتا

مدینے کے نواح میں معاہدات

نبی ﷺ مجسمہ رحمت تھے لیکن اللہ تعالیٰ کے دین کی غلبے کے لیے جب بھی قتال کی صورت ناگزیر ہو گئی آپ اس ضرورت کے تقاضے بہ تمام و کمال پورے فرمائے جہاں آپ حلم و تدبر کے ذریعے مقاصد حسنہ کے حصول کی راہ باز ہوتی نظر آئی تو اس موقع پر آپ ﷺ نے حالات کی مناسبت سے حریفوں سے معاہدے بھی کیے اور ان معاہدوں کی پابندی کا امکان بھر اہتمام فرمایا ایسے ہی پس منظر میں رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے قبیلہ جہینہ کی مختلف شاخوں سے معاہدے کیے۔

بنی زرعہ اور بنی ربعہ سے معاہدات نبوی ﷺ

رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے جہینہ کہ شاخوں بنو زرعہ اور بنو ربعہ کے لیے (معاہدہ) لکھا کہ بلاشبہ ان لوگوں کو ان کے جان و مال کی امان ہے جو شخص ان پر ظلم کرے گا یا ان سے جنگ کرے گا، اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی سوائے اس کے کہ جب وہ وہ جنگ دین یا اہل و عیال کے بارے میں ہو ان کے خانہ بدوشوں میں جو نیک اور پرہیز گار ہو گا اسے وہی حقوق حاصل ہوں گے جو ان کے شہریوں کے ہیں اور اللہ ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے۔

عوسجہ بن حرملہ سے معاہدہ

یہ ذی المروہ (کے علاقے) سے وہ حصہ ہے جو رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے عوسجہ بن حرملہ جہنی کو عطا فرمایا آپ نے انہیں بلکثہ سے الظبیہ تک اور وہاں سے جعلات تک اور جعلات سے جبل قبیلہ تک کا علاقہ دے دیا ان مقامات میں سے کوئی مزاحمت نہ کرے، جو مزاحمت کرے گا وہ ناحق ٹھہرے گا۔ علاء بن عقبہ نے اسے تحریر کیا۔

بنو شنخ سے معاہدہ حق عوسجہ

رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے بنو شنخ سے جو جہینہ ہی سے تعلق رکھتے تھے معاہدہ کیا، اس معاہدے کی تحریر یہ تھی "یہ دستاویز ہے جو رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے قبیلہ جہینہ کے بنی شنخ کو دی ہے آپ نے انہیں صفینہ کا وہ خطہ عطا فرمایا جسے انہوں نے نشان زدہ کیا اور اس میں کھیتی باڑی کی۔ جو ان سے مزاحمت کرے گا، وہ ناحق ٹھہرے گا اور انہی کا دعوی حق ہو گا اسے علاء بن عقبہ نے تحریر کیا اور گواہ ہوئے۔

بنو جرمز سے معاہدہ

رسولِ اکرم ﷺ جہینہ میں سے بنو جرمز بن ربیعہ سے بھی تحریری معاہدہ کیا۔

ان لوگوں کو ان کی بستیوں میں امن دیا گیا ہے بحالت قبول اسلام ان لوگوں کے پاس جو مال و دولت ہے وہ سب انہی کا ہے یہ معاہدہ مغیرہ نے تحریر کیا ان تدبیروں کی روبہ عمل آنے سے مسلمانوں کی عسکری مہمات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور مضافات میں مسلمانوں کے فوجی دستے گشت کرنے لگے مقصود یہی تھا کہ دشمن سے خبردار رہا جائے۔ مدینے کے گردو پیش کے راستوں پر عموماً اور مکے کے راستے پر خصوصاً نظر رکھی جائے۔

ریاست مدینہ کے بین الاقوامی تعلقات و معاہدات۔(الرحیق المختوم کی روشنی میں)

اسلامی تعاون کا عہد و پیمان

مدینہ میں ریاست اسلامی کی بنیاد رکھنے کی فوراً بعد رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے انصار مہاجرین کا آپس میں بھائی چارہ کروایا جس کو تاریخ میں مواخات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کے بعد نبی ﷺ نے ایک اور عہد و پیمان کروایا جس کے ذریعے ساری جاہلی کشاکش اور قبائلی کشمکش کی بنیاد ڈھادی گئی اور دور جہالت کی رسم رواج کے لیے کوئی گنجائش نہ چھوڑی گئی۔۔[8]

یہود کے ساتھ معاہدہ، مقصد وفاقی وحدت

رسولِ اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد مسلمانوں کے درمیان عقیدے، سیاست اور نظام کی وحدت کے ذریعے ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیادیں استوار کر لیں تو غیر مسلموں کے ساتھ اپنے تعلقات منظم کرنے کی طرف توجہ فرمائی رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء کو مقصود یہ تھا کہ ساری انسانیت امن و سلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہوں اور اس کے ساتھ ہی مدینہ اور اس کے گردو پیش کا علاقہ ایک وفاقی وحدت میں منظم ہو جائے چنانچہ آپ نے رواداری اور کشادہ دلی کے ایسے قوانین مسنون فرمائے جن کا اس تعصب اور غلو پسندی سے بھری ہوئی دنیا میں کوئی تصور ہی نہیں تھا۔[9]

مدینے کے سب سے قریب ترین پڑوسی یہود تھے۔ یہ لوگ اگرچہ درپردہ مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے لیکن انہوں نے اب تک کسی محاذ آرائی اور جھگڑے کا اظہار نہیں کیا تھا اس لیے رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ منعقد کیا جس میں انہیں دین و مذہب اور جان و مال کی مطلق آزادی دی گئی تھی اور جلا وطنی ضبطئ جائیداد یا جھگڑے کی سیاست کا کوئی رخ اختیار نہیں کیا گیا تھا۔ یہ معاہدہ اسی

معاہدے کے ضمن میں ہوا تھا جو خود مسلمانوں کے درمیان باہم طے پایا تھا اس معاہدے کی اہم دفعات پیش کی جارہی ہیں۔

معاہدے کی دفعات

بنو عوف کے یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک ہی امت ہونگے۔ یہود اپنے دین پر عمل کریں گے اور مسلمان اپنے دین پر۔ خود ان کا بھی یہی حق ہو گا، اوران کے غلاموں اور متعلقین کا بھی۔ اور بنو عوف کے علاوہ دوسرے یہود کے بھی یہی حقوق ہوں گے۔

یہود اپنے اخراجات کے ذمے دار ہوں گے اور مسلمان اپنے اخراجات کے۔

جو طاقت اس معاہدے کے کسی فریق سے جنگ کرے گی سب اس کے خلاف آپس میں تعاون کریں گے۔

اس معاہدے کے شرکاء کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کی بنیاد پر ہوں گے، گناہ پر نہیں۔

کوئی آدمی اپنے حلیف کی وجہ سے مجرم نہ ٹھہرے گا۔

مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

جب تک جنگ برپا رہے گی یہود بھی مسلمانوں کے ساتھ خرچ برداشت کریں گے۔

اس معاہدے کے سارے شرکاء پر مدینہ میں ہنگامہ آرائی اور کشت وخون حرام ہو گا۔

اس معاہدے کے فریقوں میں کوئی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ عزوجل اور محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمائیں گے۔

قریش اور اس کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

جو کوئی یثرب پر دھاوا بول دے اس سے لڑنے کے لیے سب باہم تعاون کریں گے اور ہر فریق اپنے اپنے اطراف کا دفاع کرے گا۔

یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لیے آڑ نہ بنے گا۔

اس معاہدے کے طے ہو جانے سے مدینہ اور اس کے اطراف ایک وفاقی حکومت بن گئے جس کا دار الحکومت مدینہ تھا اور جس کے سربراہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ اور جس میں کلمہ نافذہ اور غالب حکمرانی مسلمانوں کی تھی۔

اور اس طرح مدینہ واقعی اسلام کا دار الحکومت بن گیا۔

امن و سلامتی کے دائرے کو مزید وسعت دینے کے لیے رسولِ اکرم ﷺ نے آئندہ دوسرے قبائل سے بھی حالات کے مطابق اسی طرح کے معاہدے کئے۔[10]

صلح حدیبیہ / ذی القعدہ 6ھ

جب جزیرہ نمائے عرب میں حالات بڑی حد تک مسلمانوں کے موافق آگئے تو اسلامی دعوت کی کامیابی اور فتح اعظم کے آثار رفتہ رفتہ نمایاں ہونا شروع ہوئے اور مسجد حرام میں جس کا دروازہ مشرکین نے مسلمانوں پر چھ برس سے بند کر رکھا تھا۔ مسلمانوں کے لیے عبادت کا حق تسلیم کیے جانے کی تمہیدات شروع ہو گئیں۔
رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء کو مدینہ کے اندر یہ خواب دکھلایا گیا کہ:

" آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ مسجد حرام میں داخل ہوئے آپ نے خانہ کعبہ کی کنجی لی اور صحابہ سمیت بیت اللہ کا طواف و عمرہ کیا پھر کچھ لوگوں نے سر منڈوائے اور کچھ نے کٹوانے پر اکتفا کیا۔"

آپ نے صحابہ کو اس خواب کی اطلاع دی تو انہیں بڑی مسرت ہوئی انہوں نے یہ سمجھا کہ اس سال مکہ میں داخلہ نصیب ہو گا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو یہ بتلایا کہ آپ عمرہ ادا فرمائیں گے لہذا صحابہ کرام بھی سفر کے لیے تیار ہو گئے۔[11]

مدینے سے روانگی ہوئی بہر حال مکہ کے قریب پہنچ کر قافلے کو روکا گیا نبی ﷺ اپنا سفیر بنا کر حضرت عثمان غنی کو آگے بھیجا حضرت عثمان آپ کا پیغام لے کر روانہ ہوئے مقام بلدح میں قریش کے پاس سے گزرے تو انہوں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے فرمایا مجھے رسول اللہ ﷺ نے یہ پیغام دیکھ کر بھیجا ہے۔ وہاں جا کے حضرت عثمان نے سربراہان قریش کو رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء کا پیغام سنایا اس سے فارغ ہو چکے تو قریش نے پیشکش کی کہ صرف آپ بیت اللہ کا طواف کر لیں مگر آپ نے یہ پیشکش مسترد کر دی یہ گوارا نہ کیا۔ رسولِ اکرم ﷺ طواف کرنے سے پہلے خود طواف کر لیں۔

حضرت عثمان غنی اپنی سفارت کی ذمہ داری پوری کر چکے تھے لیکن قریش نے انہیں اپنے پاس روک لیا اور سوچا پیش آمدہ صورتحال پر باہم مشورہ کر کے کوئی قطعی فیصلہ کریں گے حضرت عثمان کو ان کے لائے گئے پیغام کا جواب دے کر واپس کریں مگر حضرت عثمان کی دیر تک رکے رہنے کی وجہ سے مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے تمام صحابہ کو بلا کر ان سے ایک درخت کے نیچے بیعت لی کہ اگر ایسا کچھ ہو گیا ہے تو ہم اس وقت تک نہ ٹلیں گے یہاں تک کہ ان لوگوں سے معرکہ آرائی کر لیں۔

قریش کی صلح کی کاوش

بہر حال قریش نے صورتحال کی نزاکت محسوس کی لہذا جھٹ سہیل بن عامر کو معاملات صلح طے کرنے کے لیے روانہ کیا اور یہ تاکید کی کہ صلح میں لازما یہ بات طے کی جائے کہ آپ اس سال واپس چلے جائیں ایسا نہ ہو کہ عرب یہ کہیں کہ مسلمان ہمارے شہر میں جبرا داخل ہوگئے یہ ہدایات لے کر سہیل بن عمرو آپ کے پاس حاضر ہوا رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے اشارہ دے کر صحابہ سے فرمایا تمہارا کام تمہارے لیے سہل کر دیا گیا اس شخص کو بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ قریش صلح چاہتے ہیں۔ سہیل رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء کے پاس پہنچ کر کافی دیر گفتگو کی اور بالآخر طرفین میں صلح کی معاہدات طے ہوگئے جو یہ تھیں۔

1۔ رسول اللہ ﷺ اس سال مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس جائیں گے اگلے سال مسلمان مکہ آئیں گے اور تین روز قیام کریں گے ان کے ساتھ سوار کا ہتھیار ہوگا۔ میانوں میں تلواریں ہوں گی اور ان سے کسی قسم کا تعارض نہیں کیا جائے گا۔

2۔ دس سال تک فریقین جنگ بندر کھیں گے اس عرصے میں لوگ مامون رہیں گے، کوئی کسی پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا

3۔ جو رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء کے عہد و پیمان میں داخل ہونا چاہے گا داخل ہو سکے گا جو قریش کے پیمان میں داخل ہونا چاہیے یا داخل ہو سکے گا جو قبیلہ جس فریق میں شامل ہو گا اس فریق کا ایک جز سمجھا جائے گا لہذا ایسے سی قبیلے پر زیادتی ہوئی تو خود اس فریق پر زیادتی متصور ہو گی۔

4۔ قریش کا جو آدمی اپنے سرپرست کی اجازت کے بغیر یعنی بھاگ کر محمد کے پاس جائے گا محمد ﷺ سے واپس کر دیں گے لیکن رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء کے ساتھیوں میں سے جو شخص پناہ کی غرض سے بھاگ کر قریش کے پاس جائے گا قریش اسے واپس نہ کریں گے۔

پھر جب صلح مکمل ہو چکی تو بنو خزاعہ رسول اللہ ﷺ کے عہد و پیمان میں داخل ہوگئے یہ لوگ در حقیقت عبد المطلب کے زمانے ہی سے بنو ہاشم کے حلیف تھے۔[12]

ریاست مدینہ کے بین الاقوامی تعلقات و معاہدات

(سیرت النبی کا انسائیکلوپیڈیا از سید قاسم کی روشنی میں)

کسی ملک کی ٹھوس بنیادوں پر مبنی خارجہ پالیسی اس کے مفادات کی ضمانت ہوتی ہے اور اس کی سالمیت کو برقرار رکھنے کے لیے تشکیل دی جاتی ہے خارجہ پالیسی (بین الاقوامی تعلقات) مرتب کرنے کے لیے مندرجہ ذیل عناصر بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔[13]

ریاست کا طبعی ماحول جس میں اس کا رقبہ جغرافیائی خصوصیات خد وخال اور آب وہوا شامل ہیں۔

ریاست کا محل وقوع۔

اسلام سے پیشتر عرب میں کوئی مرکزی طاقت نہیں تھی ملک انواع واقسام کے جنگجو قبیلوں میں بٹا ہوا تھا ۔عربی بدو تاریکیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے ہر قسم کی عیوب ان میں پائے جاتے تھے معاشی برائیاں اپنے عروج پر پہنچ چکی تھی۔

جب ظلمت کدے اسلام کی جگمگاتی کرنوں کے سامنے دم توڑنے لگے تو اس وقت عربی قبائل میں سے پانچ قبیلے زیادہ اہمیت کے حامل تھے جزیرہ نما عرب کے وسط میں اہل ربیعہ تھے اور یہ یمن کے قرابتداری کا دعوی کرتے تھے مغرب میں قریش تھے جن کا مکہ پر قبضہ تھا شمال میں قیس، تمیم اور ہوازن کی قبائل آباد تھے پڑوس کے قدیم ترین مملکتوں میں سے ایک یمن تھی جس کا دارالحکومت جزیرہ نما عرب کے انتہائی جنوب میں واقع تھا یمن کے ماتحت جرا کی حکومت تھی جو شمال مشرق میں واقع تھی۔ غسان شمال مغرب میں تیسری بادشاہت تھی جو پانچ چھے سو سال پرانی تھی اور مشرق میں تھی وہ عظیم الشان سلطنت ایران تھی۔ عرب کے دیگر گوں حالات کے باوجود اس کے پڑوسی ممالک میں سے کسی نے بھی ان پر حملہ کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ انہیں ایک وحشی قوم تصور کرتے تھے اور ان کے متقضے کے مطابق انہیں وہاں سے کچھ وصول ہونے کی امید نہ تھی

رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ جیو پولیٹکس کی اصول کی مرہون منت نہیں تھی بلکہ عالمگیر نوعیت کی حامل تھی رسولِ اکرم ﷺ کو تمام دنیا کے لیے سلامتی کا پیغام لے کرائے تھے۔ ہر کس وناکس، دنیا کے کسی بھی دورافتادہ کونے میں ہوتا اسلام کے ذریں اصول کو اپنا سکتا تھا۔

امور خارجہ طے کرتے وقت رسالت مآب ﷺ نے کبھی کسی کے ساتھ جبر وزیادتی نہ فرمائی۔ معاملات کا فیصلہ صادر فرماتے وقت کبھی عقل اور فکر کا دامن نہ چھوڑا محکوم ریاستوں وقبائل کو کھلی اجازت دی کہ یا تو مسلمان ہو جائے یا جزیہ ادا کریں اور اگر یہ دونوں شرائط منظور نہ ہو تو پھر لڑنے کے لیے تیار ہو جائے۔

تاریخ شاہد ہے کہ جن غیر مسلمانوں نے جزیہ ادا کرنے کو ترجیح دی ان کے جان ومال، عزت و آبرو کے مسلمانوں نے مکمل طور پر حفاظت کی ان کے مذہبی رسم ورواج میں کبھی مداخلت نہ کی ہاں البتہ اگر آپ کے مشن کو یہودیوں یا عیسائیوں کی طرف سے خطرہ لاحق ہوا تو آپ نے ان کی سرکوبی کے لیے کبھی گریز نہ کیا لیکن اگر وہ آپ کے مذہبی معاملات میں اختلاف کرتے تو اپ ان سے کوئی تعارض نہ کرتے بلکہ انہیں ان کے حال پر چھوڑ

دیتے اور اپنی شریف النفسی، حلم ورواداری، عفو و درگزر، ثابت قدمی، سچائی، وعدہ معافی وغیرہ کی بدولت ان کے دلوں پر گہری نقوش ثبت کر دیتے ہیں نتیجہ وہی نامسلم جو رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء کے درپے آزاد ہوتے آپ ﷺ کی محبت اور گرویدگی کا دم بھرنے لگتے ہیں۔۔[14]

صلح حدیبیہ (سیاست خارجہ کا شاہکار)

آپ نے غیر مسلموں کی آزادی کو ہمیشہ تسلیم کیا ان کے ساتھ جتنے بھی معاہدے کیے ان پر سختی سے کاربند رہے ان تمام معاہدات میں سے معاہدہ حدیبیہ آپ کی سیاست خارجہ کا شاہکار ہے شروع شروع میں اس کی شقیں بظاہر مسلمانوں کے مفاد کے میں معلوم نہیں ہوتی تھی مگر حقیقتاً ان کے دوررس نتائج سے سبھی بے خبر تھے اپنے حال کے جذباتی فیصلوں کو مستقبل کے مستقل تعمیر پر قربان کر دیا جس خوبصورتی اور بصیرت سے رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے اس معائدے کی رو سے قریش کو یہودیوں کے متعلق غیر جانبدار رہنے پر آمادہ کر لیا سیاست کے میدان میں وہ آپ کی بہترین کامیابی تھی۔ معاہدہ حدیبیہ طے کرتے وقت آپ چاہتے تو بزور شمشیر نہایت آسانی سے مکہ پر قبضہ کر سکتے تھے مگر آپ ﷺ کی دور اندیش اور دور بین نگاہوں نے تابناک مستقبل دیکھتے ہوئے ایسا نہ کیا۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ مکہ انتہائی پرامن طریقے سے فتح ہوگیا یہی نہیں رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے اپنی خونی دشمنوں پہ کوئی تاوان عائد نہ کیا اور عام معافی کا اعلان کیا۔[15]

جنگ اور صلح

اسلام کی تاریخ میں صلح حدیبیہ کا معاہدہ ایک ایسا معاہدہ جو بین الاقوامی قانون میں اخلاق اور اصول پرستی و پرامن طریقے سے بین الاقوامی جھگڑوں کو طے کرنے میں اسلامی مملکت کے مثالی کردار کا آئینہ دار ہے۔

عرب کے دو قبیلوں خزاعہ اور بنی بکر کے درمیان مدت سے عداوت چلی آرہی تھی صلح حدیبیہ کے بعد خزاعہ مسلمانوں کے حلیف اور بنو بکر نے قریش کی سات دوستی اور رشتہ استوار کر لیا۔بنی بکر نے قریش کے ساتھ معاہدہ کے گھمنڈ میں خزاعہ سے لڑنے کی تیاری کی اور اپنے پرانے مقتولوں کا بدلہ لینا چاہا۔ قریش نے انہیں ہتھیار فراہم کیے اور ان کے بعض سردار لڑائی میں بنی بکر کے ساتھ شامل ہوئے۔ خزاعہ نے شکست کھا کر حدود حرم میں پناہ لی۔۔بنی بکر نے یہ جان کر کہ ایسا موقع پھر نہیں ملے گا پناہ گزینوں کا حرم میں ہی موت کے ہاتھ میں ڈال دیا حالانکہ وہاں خون ریزی حرام تھی۔

رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء کو اس صورت حال کی اطلاع ملنے پر سخت رنج ہوا آپ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش کی کہ ان میں سے ایک منظور کر لی جائے۔

مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

قریش بنی بکر کی حمایت چھوڑ دیں۔

اعلان کر دیا جائے کہ معاہدہ حدیبیہ ٹوٹ گیا ہے۔

قریش نے جوش میں آکر تیسری شرط منظور کر لی چنانچہ رمضان آٹھ ہجری میں رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء دس ہزار ساتھیوں کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے بغیر کسی مزاحمت کے شہر پر قابض ہو گئے۔

یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ حضرت ﷺ نے اس وقت تک معاہدہ حدیبیہ کی پابندی کی جب تک قریش نے اسے خود نہ توڑا تھا۔

سفارتی و تجارتی معاہدات نبوی ﷺ

مدینہ میں پہلی اسلامی مملکت کے قیام کے وقت رسول اکرم ﷺ نے قرب وجوار کے غیر مسلم قبائل اور اہل مکہ کے ساتھ حالت امن اور حالت جنگ کے دوران تعلقات میں جن اصولوں پہ عمل شروع کیا، ان سے بین الاقوامی قانون کے بارے میں انسان کے انداز فکر کی واضح شکل سامنے آئی۔ غیر مسلم قبائل اور قریش مکہ کے ساتھ تعلقات میں ہمیشہ پہلے یہ کوشش کی کہ گفت و شنید اور معاہدوں کے ذریعے اختلافات کو دور کر کے بقائے باہمی کے اصول پر امن سے زندگی بسر کی جائے اور جنگ کی راہ صرف اس صورت میں اختیار کی جائے جب مخالف فریق کی طرف سے جنگ کا آغاز ہو یا اس نے ایسی صورت پیدا کر دی کہ اسلامی مملکت اور مسلمانوں کے مفادات کی حفاظت کے لیے جنگ کے سوا کوئی صورت باقی نہ رہے۔[16]

مدینہ تشریف لانے کے بعد رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے سب سے پہلا کام یہ کیا ہے قرب وجوار میں جو یہود موجود تھے ان کے ساتھ عہد نامے کیے جن میں کئی شرائط تھیں۔ ان میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ دشمنوں کے مقابلے میں ایک فریق دوسرے فریق کی مدد کرے گا۔ کسی فریق کے دین اور جان و مال سے دوسرے فریق کو تعرض نہ ہو گا جانبین میں اگر کوئی جھگڑا پیدا ہو گا تو اس کو فیصلہ حضرت محمد ﷺ کریں گے اور یہود قریش کو یا ان کے حلیفوں کو پناہ نہ دیں گے۔

سفارت کاری

بین الاقوامی تعلقات میں سفیروں کا تبادلہ اور روابط قائم کرنے کا ایک مسلمہ اصول ہے۔ اسلامی قانون میں سفیروں کے لیے تمام ضروری تحفظات اور مراعات کی گنجائش موجود ہے جو انہیں اپنے فرائض کو احسن

طریقے پر ادا کرنے کے لیے حاصل ہونی چاہیں۔ سفیروں کو اسلامی مملکت میں جان و مال کی پوری حفاظت حاصل ہوتی ہے نہ انہیں موت کے گھاٹ اتارنے کی اجازت ہے نہ ان کے ساتھ بد سلوکی اور بے عزتی کا معاملہ روا رکھا جا سکتا ہے کوئی سفیر جس مملکت میں بھیجا جائے بے شک وہ اس کو مجرم ہی کیوں نہ ہو اس کی اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ وہی برتاؤ ہونا چاہیے جو سفیروں کا حق ہے۔[17]

مثالیں

مسیلمہ کذاب کی طرف سے آئے ہوئے سفیروں کے ساتھ رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء کو برتاؤ سفارتی عملہ کی مراعات کے بارے میں سند کی حیثیت رکھتا ہے جنہیں آپ نے فرمایا تھا اگر تمہیں سفیروں کی حیثیت حاصل نہ ہوتی تو تمہارے سر قلم کر دیے جاتے۔

سفارت کاروں کو اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کے لیے پوری آزادی حاصل ہوتی ہے نجران کے عیسائی وفد کو رسول اللہ ﷺ خود مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دی۔ اسلام سفارت کاروں کو صرف غیر معمولی حالات میں قید کرنے کی اجازت دیتا ہے حضور نبی اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر قریش کی طرف سے آئے ہوئے نمائندوں کو صرف اس وقت تک روکے رکھا جب تک مسلمانوں کے سفیر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کو قریش مکہ نے واپس نہ آنے دیا۔ باہمی مراعات کے اصول کے تحت اسلامی قانون کے تحت سفارت کاروں کو درآمدی محصول کی ادائیگی سے مبرا قرار دیا جاسکتا ہے۔

الشیبانی کہتا ہے کہ اگر غیر ممالک مسلم سفارت کاروں سے درآمدی محصول اور دوسرے ٹیکس وصول نہ کرنے کے اصول پر عمل کریں تو مسلمانوں کی طرف سے غیر ملکی سفارت کاروں کو بھی یہ رعایت دی جانی چاہیے ورنہ ان سے اسی طرح محصولات وصول کیے جائیں جس طرح غیر ملکی شہریوں سے وصول کیے جاتے ہیں۔

بین الاقوامی جھگڑوں کو بات چیت یا اس قسم کے دوسرے پر امن طریقوں سے نپٹانے کے جو اصول ان دنوں اقوام متحدہ کے چارٹر کے تحت اختیار کیے جاتے ہیں وہ کم و بیش سب کے سب اسلام کے بین المملکتی قانون میں ملتے ہیں اور ان پر ابتدائے اسلام سے تاریخ کے مختلف ادوار میں عمل ہوتا رہا۔[18]

میثاق مدینہ

جن دنوں حضور ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں رونق افروز ہوئے ان دنوں اہل یہود کے تین قبیلے یعنی بنی قینقاع، بن نظیر اور بنی قریظہ اطراف مدینہ میں آباد تھے اور انہیں مضبوط قلعے اور برج بنا لیے تھے انصار کے مشہور دو قبائل اوس و خزرج میں جو آخری معرکہ جنگ بحاث ہوا تھا اس نے انصار کا زور توڑ دیا اور یہود

ہمیشہ کے ان دونوں قبائل میں اتحاد نہ ہو چنانچہ اس مقصد کے پیش نظر اہل یہود ریشہ دوانیاں کرتے رہے۔ حضور ﷺ جب مدینے میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے پہلا کام یہ کیا کہ مسلمان اور یہودیوں کے تعلقات واضح طور پر قواعد وضوابط کے تحت کر دیے یہ معاہدہ میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہے یہ دنیا کا سب سے اولین باقاعدہ تحریری وفاقی دستور تھا۔

دستور مدینہ کی 52 شقیں تھیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اس ریاست کی حدود جوف مدینہ میں بسنے والے سب گروہوں اور اہل رائے کی مرضی اور منظوری سے تیار اور نافذ کیا گیا تھا۔ یثرب کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کا وہ اجلاس جس میں یہ دستور منظور اور نافذ کیا گیا حضرت انس بن مالک کے والد کے گھر میں ہوا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی تجویز پر یہ دستور العمل اجلاس میں تیار کیا گیا تھا۔

رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے بنو نجار کے محلے میں اترنے کے بعد سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا مسجد کی تعمیر ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ آپ ﷺ نے اسلامی ریاست اور معاشرے کی سنگ بنیاد کی حیثیت رکھنے والا یہ دستور نافذ کر دیا۔[19]

ریاست مدینہ کے بین الاقوامی تعلقات ومعاہدات

(کتاب حدیث دفاع کی روشنی میں)

یثرب تشریف لانے کے بعد رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے مسجد نبوی تعمیر کی تاکہ سب مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر اعلانیہ نماز پڑھ سکیں۔

آپس میں مبادلہ افکار کر سکیں اور آپ ﷺ کے مواعظ ونصائح سے مستفید ہو سکیں چنانچہ مسجد نبوی کے یہی مواعظ وخطبات تھے جن میں حضور ﷺ نے آزادی کے ساتھ کھل کر وحدانیت ورسالت کا اعلان کیا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت فرض قرار دی مسلمانوں کو ان کے حقوق کو فرائض آگاہ کیا اور اجتماعی زندگی کی پوری شرازہ بندی کی گئی۔[20]

مواخات

انصار ومہاجرین میں اخوت ومساوات قائم کی مہاجرین کی آبادکاری کی تکمیل فرمائی اور مل کر رہنے کے اصول ضوابط بنائے

میثاق مدینہ

اپنے اور اپنے جملہ متبعین کے حقوق فرائض کا تعین کر کے ان کو تحریری صورت میں لایا گیا تاکہ کجراہی اور گمراہی کا احتمال نہ ہو۔

قبیلہ بنی حمزہ بن بکر سے معاہدہ

جب حضرت ﷺ مسلمانوں کے اخلاقی عسکری تنظیم و تربیت سے مطمئن ہو گئے تو بنفس نفیس مجاہدین کی ایک جمیعت کے ساتھ تبلیغ کے لیے مدینہ سے باہر تشریف لے گئے۔

اس مہم کا مقصد جہاں تبلیغ تھا وہاں یہ معلوم کرنا بھی تھا کہ مدینہ کے گرد و نواح میں جو قبائل آباد ہیں ان میں سے کون کون مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ کن کن سے امداد کی توقع کی جا سکتی ہے اور کون کون سے غیر جانبدار رہیں گے۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے حضرت ﷺ دوان پہنچے۔ دوان مکہ کے راستے میں ابواء سے سات میل کے فاصلے پر ہے ۔ وہاں کا قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد مناف بن کنانہ قریش کے نسب سے تھا۔ رسولِ اکرم علیہ التحیۃ والثناء نے اس سے مل کر معاہدہ کیا کہ وہ لوگ لڑائی میں غیر جانبدار رہیں گے معاہدہ کے مفصل شرائط یہ تھے۔

قبیلہ قریش کو کوئی مدد نہ دے گا اور لڑائی چھڑ جانے پر غیر جانبدار رہے گا۔

اپنے علاقے میں امن و امان قائم رکھے گا۔

آئندہ جھگڑوں میں نہ کفار قریش کا ساتھ دے گا نہ مسلمانوں کا۔[21]

کتاب حدیث دفاع میں چونکہ مصنف جنرل اکبر خان نے نبی محترم ﷺ کو بحثیت سپہ سالار اور دور نبوی کے غزوات کو تفصیل سے ذکر کیا ہے اس لیے انہوں نے اس مختصر کتاب میں باقی عنوانات پہ بہت مختصراً گفتگو کی ہے یا اکثر اہم واقعات کو اشارتاً ہی ذکر کیا ہے۔

خلاصہ بحث

اس ساری بحث سے ہم اس نتیجے پہ پہنچے کی ریاست اور حکومت اسلام کا مقصد نہ تھا بلکہ اسلام کی ضرورت تھی اسی ضرورت کے تحت رسول اکرم نے مدینہ میں ریاست قائم فرمائی جو ہمیشہ کے لیے تمام ریاستوں کے لیے اسی طرح کا نمونہ ہے اور نمونہ رہے گی جس طرح کہ حضور کی ذات گرامی ہر انسان کے لیے نمونہ ہے اس ریاست نے جو قوانین نافذ کیے وہ تمام قوانین کا سرچشمہ ہے اور تمام قوانین کے لیے معیار اور مثال کی حیثیت رکھتے ہیں۔

رسول اکرم نے ان سیاسی معاہدات و مکتوبات کے ذریعے سے بین الاقوامی سطح پر ایسے تعلقات کی بنیاد رکھی جس سے پورا عالم انسانیت یکسر بے خبر تھا

آپ کے دانشمندانہ اقدامات سے اسلامی حکومت کی قوت کو ہر جگہ تسلیم کر لیا گیا

اس خط و کتابت سے رسالت ماب کو حکمرانوں اور امراء کی نیتوں کے بھید، سیاسی پالیسیوں کے اسرار معلوم ہو گئے اور بخوبی علم ہوا کہ وہ اپ کی دعوت کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔ اسلامی دعوت کے عالمگیر ہونے کی یہ عملی تدبیر تھی کہ آپ نے جزیرہ عرب سے باہر کے حاکموں سے خط و کتابت کی اور بین الممالک اسلام کی عظمت و منزلت روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی

حوالہ جات

[1]۔ اللولوءالمکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، دار السلام ریسرچ سنٹر، مکتبہ رحمانیہ ماڈل ٹاون لاہور، ج8، ص206

[2]۔ ایضا، 208

[3]۔ مکتبہ رحمانیہ ماڈل ٹاون لاہور، ج8، ص217 اللولوءالمکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، دار السلام ریسرچ سنٹر

[4]۔ اللولوءالمکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، دار السلام ریسرچ سنٹر، مکتبہ رحمانیہ ماڈل ٹاون لاہور، ج8، ص219

[5]۔ اللولوءالمکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، دار السلام ریسرچ سنٹر، مکتبہ رحمانیہ ماڈل ٹاون لاہور، ج8، ص231

[6]۔ غازی، ڈاکٹر محمود احمس، محاضرات سیرت، الفیصل ناشرات لاہور، 2017، ص285

[7]۔ اللولوءالمکنون سیرت انسائیکلوپیڈیا، دار السلام ریسرچ سنٹر، مکتبہ رحمانیہ ماڈل ٹاون لاہور، ج8، ص232

[8]۔ مبارک پوری، صفی الرحمان، الرحیق المختوم، مکتبہ سلفیہ لاہور، پبلشر 1995، ص257

[9]۔ مبارک پوری، صفی الرحمان، الرحیق المختوم، مکتبہ سلفیہ لاہور، پبلشر 1995، ص263

[10]۔ مبارک پوری، صفی الرحمان، الرحیق المختوم، مکتبہ سلفیہ لاہور، پبلشر 1995، ص264

[11]۔ مبارک پوری، صفی الرحمان، الرحیق المختوم، مکتبہ سلفیہ لاہور، پبلشر 1995، ص459

[12]۔ مبارک پوری، صفی الرحمان، الرحیق المختوم، مکتبہ سلفیہ لاہور، پبلشر 1995، ص466

[13]۔ سید قاسم محمود، سیرت النبی کا انسائیکلوپیڈیا، الفیصل ناشران لاہور 2014، ج1، ص919

[14]۔ سید قاسم محمود، سیرت النبی کا انسائیکلوپیڈیا، الفیصل ناشران لاہور 2014، ج ص919

[15]۔ ایضا، 920

[16] 16۔ سید قاسم محمود، سیرت النبی کا انسائیکلوپیڈیا، الفیصل ناشران لاہور 2014، ج، ص922

[17]۔ سید قاسم محمود، سیرت النبی کا انسائیکلوپیڈیا، الفیصل ناشران لاہور 2014، ج1، ص92

[18]۔سید قاسم محمود، سیرت النبی کا انسائیکلوپیڈیا، الفیصل ناشران لاہور 2014، ج1، ص923

[19]۔ قاسم محمود، سیرت النبی کا انسائیکلوپیڈیا، الفیصل ناشران لاہور 2014، ج1، ص919

[20]۔ محمد اکبر خان، میجر جنرل، حدیث دفاع، اے آر پرنٹر اسلام آباد، ص109

[21]۔ محمد اکبر خان، میجر جنرل، حدیث دفاع، اے آر پرنٹر اسلام آباد، ص134